جَمعِیَت اِشَاعَت اِہلِسُنَت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

نام کتاب : اختلاف کیا؟ کیوں؟ کیسے؟
مصنف : محمد منشا تابش قصوری
ضخامت : ۴۸ صفحات
تعداد : ۱۰۰۰
سن اشاعت : نومبر ۱۹۹۸

ناشر
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی

نوٹ : قارئین کرام! زیر نظر کتاب جمعیت اشاعت اہلسنت کی جانب سے شائع کردہ ۶۴ ویں کتاب ہے۔ جو کہ جناب منشا تابش قصوری صاحب کی ایک ضخیم کتاب دعوت فکر کا مقدمہ ہے ادارہ اس کتابچہ کو الگ سے شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے!

دورِ رسالت میں کلمہ گو مسلمانوں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عامۃ المسلمین (صحابہ کرام) جس کا کردار یہ تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے والہانہ محبت کے باعث آپ کی ذات کو ہی اپنی سوچ اور فکر کا مرکز قرار دیتا۔ آپ کے اشارے پر سب کچھ قربان کرنے کو اپنا فرض سمجھتا۔ ہر دکھ درد کا مداوا آپ کی ذات کو قرار دیتا۔ دنیا و آخرت میں مشکلات کے لئے ملجا و ماوےٰ آپ کی ذات سمجھتا اور اپنے اس نظریئے میں اتنا مضبوط اور متعصب تھا کہ حضور علیہ السلام کی ذات پاک کے خلاف کسی ادنیٰ بے ادبی اور گستاخی کو بھی معاف نہ کرتا اور حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کو تہ تیغ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا اور ہر مذہبی جنگ میں پیش پیش رہتا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ کے پیش نظر حضور علیہ السلام کے دربار کی حاضری کو ہی اپنی تمام کامیابیوں کا راز جانتا اور وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کے مطابق باادب ایسا کہ حضور علیہ السلام کے وضو کا پانی زمین پر گرنا بھی انہیں گوارا نہ تھا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے دربار پاک کا پہرہ دیتا۔

جبکہ دوسرا گروہ مسلمان اور مومن کہلاتا اور صدق دل سے ایمان لانے کی قسمیں کھاتا اور حضور علیہ السلام کے رسول ہونے اور آپ کو رسول ماننے کی شہادت دیتا۔ اس کے باوجود اس کا کردار یہ تھا کہ

* اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہوئے عامۃ المسلمین کو جاہل اور بے وقوف

کہتا اور ان پر زبانِ طعن دراز کرتا، اپنے آپ کو خوش پوش معزز طبعۃ خیال کرتے ہوئے عام مسلمانوں کو ذلیل وحقیر کہتا۔ اسی خیال سے اپنے لئے الگ دانش کدہ اور مسجد تعمیر کرنے کی شدید خواہش رکھتا۔

* اتحاد وصلح کا داعی ہونے کی حیثیت سے کفار کو بھی قابلِ لحاظ جانتا اور ان کے خلاف محاذ آرائی سے اجتناب کرتا اور کسی مذہبی گروہ بندی سے اپنے آپ کو آزاد اور غیر جانبدار رکھتا اور جنگ میں شرکت سے معذرت کرلیتا۔

* چالاک اور ہوشیار ہونے کی حیثیت سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن واعتراض کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کی جاتی تو سرے سے انکار کردیتے اور اگر انکار کی گنجائش نہ پاتے تو اس کو ہنسی اور مزاح قرار دیتے اور قسمیں کھا کر کہتے کہ ہمارا مقصد گستاخی نہ تھا۔

دورِ رسالت کے یہ دونوں گروہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ دین کے اصول میں متفق نظر آتے ہیں۔ خدا، رسول، قرآن، کلمہ اور قبلہ بھی ایک ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں بھی اتفاق ہے۔ اگرچہ گروہ نمبر۲ سے کچھ کوتاہیاں سرزد ہوجاتی ہیں کہ وہ اپنی غیر ضروری صلح جوئی، دانش مندی اور ہوشیاری کے پیشِ نظر حضور علیہ السّلام پر کبھی طعن واعتراض کردیتے یا عامۃ المسلمین کو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کے پیشِ نظر حقارت کی نظر سے دیکھتے اور حقیر وذلیل سمجھتے ہیں یا کفار کے خلاف جنگ اور محاذ آرائی سے کنارہ کش رہتے ہیں، یا بے ہودہ بظاہر زبانی معذرت بھی تو کرلیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد توہین نہ تھا اس لئے مناسب تھا کہ

گروہ کی کوتاہیوں کو نظر انداز کردیا جاتا، جبکہ مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے مقابلے میں کفار ومشرکین کی ایک مہیب قوت کھڑی تھی اور مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، لہٰذا حالات کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کو مجتمع رکھا جاتا اور دوسرے گروہ کو ساتھ لے کر چلا جاتا اور مسلمانوں کو باہم مرلوط رکھا جاتا، آپس کے اختلافات کو نظر انداز کرکے اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھا جاتا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (جس نے خود وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا فرما کر اتحاد بین المسلمین کی دعوت دی ہے) اس نازک موقع پر بھی دوسرے گروہ کے خلاف فتوے دینا ضروری جانا اور ان کی زبانی معذرت کے باوجود فرمایا:-

یہ بے ایمان ہیں، کافر ہیں، مفسد ہیں، جھوٹے ہیں جیسے کہ سورہ بقرہ توبہ اور منافقون کی متعدد آیات میں صراحت ہے۔

اصول دین اور عبادات میں اتفاق اور پھر غلطیوں پر زبانی معذرت کے باوجود یہ انتہائی سخت فتویٰ دے کر ان کو ملّتِ اسلامیہ سے خارج کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

قرآن پاک کا یہ فیصلہ ہر مسلمان کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ اتحاد بین المسلمین یقیناً ضروری ہے مگر اس کا معیار صرف اور صرف حضور علیہ السّلام کی ذات گرامی ہے۔ اللہ، رسول، قبلہ، قرآن اور عبادات کا اقرار وعمل ہی کافی نہیں بلکہ مومن ومسلمان ہونے کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور دل وجان سے ادب واحترام ضروری ہے اور اس احترام کا تقاضا ہے کہ بارگاہِ رسالت کے گستاخ کے ساتھ کسی قسم کی محبت وعقیدت نہ رکھی جائے، خواہ وہ باپ، استاد یا

شیخ ہی کیوں نہ ہو اور اگر خدانخواستہ خود اس سے بے ادبی کی کوئی بات سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے کہ اس معاملہ میں ضد اور انانیت کی پاسداری ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

تعظیم اور توہین؟ — دعوتِ فکر

عرف عام ایک ایسا معیار ہے جس کا اعتبار ہر خاص و عام کرتا ہے۔ شریعت مبارکہ کے بہت سے مسائل عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔ المعروف کالمشروط، عرف عام کے امور طے شدہ ہوتے ہیں۔ عرف میں جو چیزیں صراحت کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان میں نیت کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ میں نے یہ الفاظ ایسے ہی کہہ دیئے تھے طلاق دینے کی نیت نہ تھی تو اس کا یہ عذر سننے کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایک عالم اور فاضل کسی معزز شخص کو کہہ دے کہ تمہاری صورت گدھے جیسی ہے تو لازماً وہ شخص برہم ہوگا اور کہے گا کہ تم نے میری توہین کی ہے اس پر عالم صاحب کہیں کہ جناب میں آپ کی توہین کیسے کر سکتا ہوں، میں عالم ہوں، مبلغ ہوں، دین کا خادم ہوں، میرا ارادہ ہرگز توہین کا نہ تھا، میں نے تو صرف مماثلت بیان کی تھی۔

ظاہر ہے کوئی آدمی اپنی توہین کے متعلق اس صفائی کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا اور پنچایت میں یہ صورت پیش کر کے اپنی بے عزتی کے ازالے کی

کوشش کرے گا۔ پنچایت کی جواب طلبی پر بھی وہ عالم صاحب یہی موقف اختیار کرتے ہیں کہ میری نیت میں قطعاً کھوٹ نہیں ہے میں تو ایک معزز آدمی کی بے عزتی کرنے اور اسے گالی دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھ پر ہتک عزت کا الزام غلط ہے مگر پنچایت کا فیصلہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ جناب آپ کا علم و فضل، جبہ و دستار اور دینی خدمات اپنی جگہ، لیکن آپ کے یہ الفاظ توہین کے زمرے میں آتے ہیں اور ایک بچہ بھی سمجھتا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ کہہ کر ایک معزز آدمی کی بے عزتی کی ہے۔ اس لئے آپ کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے ورنہ آپ جسے جو چاہیں کہتے رہیں اور جب پوچھا جائے تو کہہ دیں میری نیت بری نہیں تھی اس طرح تو کسی کی عزت بھی محفوظ نہیں رہے گی اور معاشرہ کا امن و سکون تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا ہمارا فیصلہ ہے کہ یا تو معافی مانگیں نہیں تو ہم آپ کا سوشل بائیکاٹ کریں گے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا معاملہ دنیاوی نوعیت کا ہے اس میں حقدار اپنا حق بھی معاف کر سکتا ہے اس کے باوجود ہر خاص و عام یہی کہے گا کہ اس عالم و فاضل اور بزرگ شخصیت کے خلاف کارروائی ضرور ہونی چاہیئے تاکہ معاشرہ کا امن و سکون برقرار رہ سکے کیونکہ عرف اور محاورہ کے مقابل کسی نیت کا بہانہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

جب دنیاوی معاملات میں یہ کیفیت ہے تو دین و ایمان، دینی اور اعتقادی مسائل میں حق اور باطل کا فیصلہ کرتے میں کسی عالم و فاضل، اور شیخ الحدیث والتفسیر کی شخصیت یا اس کی نیت کا عذر کس طرح رکاوٹ بن سکتا ہے۔ غلط بات بہرحال غلط ہے چاہے کسی نے کہی ہو امت مسلمہ کا یہ اسلامی فریضہ ہے کہ اللہ اور رسول کی شان میں بے ادبی کرنے والے یا کسی دینی

اصول اور ضابطہ کو پامال کرنے والے یا اس کی تائید کرنے والے سے توبہ کا مطالبہ کرے بلکہ اس پر اسے مجبور کرے ورنہ دینِ اسلام کا چہرہ مسخ ہو کر رہ جائے گا اور کوئی بھی شخص مرزائے قادیانی کی طرح کلماتِ کفر بہ کہنے کے بعد تاویل کرتا پھرے گا کہ میری مراد یہ ہے اور وہ نہیں ہے۔

اسلامی معاشرے کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطل اور غیر اسلامی عقائد و نظریات اور اقوال و افعال کے سدِ باب کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کردے تاکہ حق و باطل کا امتیاز باقی رہ سکے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ،

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری یہ کتاب زیرِ نظر مسئلے پر معروف معنیٰ میں کوئی بحث مباحثہ کی یا مناظرانہ تصنیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حوالے سے اِس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہ دینی محاذ پر ایک صدی سے پھیل جانے والے اختلاف کے سلسلے میں ربِّ کائنات کی وحدانیت اور نجات دہندہ انسانیت، کعبہ نیاز مندانِ عشق اور قبلۂ عبادت گزارانِ شوق، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے نام پر ملّتِ اسلامیہ کی کھلی عدالت میں ایک فریاد اور استغاثہ ہے۔ بخدا اس سے ہمارا مقصود پہلے سے موجود تلخی میں زہر گھولنا ہرگز نہیں، بلکہ صدقِ دل اور اخلاصِ نیّت سے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ وہ بنیادی نقطہ کیا ہے جس نے برِ صغیر میں اسلام کا نام لینے والوں کو تقسیم کر دیا۔

ملّتِ اسلامیہ کے پڑھے لکھے طبقے نے غالباً اس طرف کبھی غور نہیں کیا کہ کیا وجہ ہے کہ سوادِ اعظم اور علمائے دیوبند کے اختلافات ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے، بلکہ ان میں کچھ اور ہی اضافہ ہو رہا ہے ان اختلافات کو شروع ہوئے تقریباً ایک صدی گزر چکی ہے۔ اوسطاً تین نسلیں گزر چکی ہیں۔ اگر نئی نسل یا پڑھا لکھا طبقہ اسے دیوبند و بریلی کے چند علماء کا جھگڑا سمجھتا ہے، یا تو وہ حقائق سے بالکل بے بہرہ ہے اور یا پھر مذہب و عقیدے سے اس کی وابستگی نام کی ہی رہ گئی ہے۔

بندہ پرور! یہ مسئلہ ہے اور ہمیں قدم قدم پر اس کی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ آج ملتِ اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق کی جو ضرورت ہے وہ کسی باخبر آدمی سے مخفی نہیں۔ بالخصوص پاکستان جس دور سے گزر رہا ہے اور مسائل کی جن سنگینیوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس کا تقاضہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ جسمِ واحد کی شکل اختیار کر کے اپنی جگہ بنیان مرصوص بن جائے۔ پھر کیوں ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں طرف سے کچھ دردمند آگے بڑھیں اور خود اعتمادی و جرأت کے ساتھ اصل مسئلے کے حل کی طرف توجہ دیں۔ یاد رہے کہ کنوئیں میں سے مُردار نکالے بغیر ساری زندگی پانی نکالتے رہنے سے بھی کنواں پاک نہیں ہوگا۔ ضروری ہے کہ پہلے ٹھنڈے دل سے اصل مسئلے کو سمجھا جائے اور پھر اُسے حل کیا جائے۔

علمائے دیوبند کو یہ بات کبھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ اس ملک میں واضح اکثریت انہی لوگوں کی ہے جو بقول علمائے دیوبند بدعتی، قبر پرست اور نہ جانے کیا کیا ہیں؟ اب ان "بدعتیوں اور قبر پرستوں" کو نظر انداز کر کے آخر اسلامی و دینی محاذ پر کوئی فیصلہ کن قدم کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر کچھ علماء اپنے طور پر یہ کہتے ہیں: "جی یہ تو چند میلاد خواں مولویوں کا ایک ٹولہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے" تو وہ لوگوں کو فریب دینے کے ساتھ ساتھ خود کو بھی فریب دیتے ہیں۔

راقم السطور کئی برس سے اس مسئلے پر غور و فکر کر رہا ہے۔ میری سوچ نے ہمیشہ یہ راہ اختیار کی ہے کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جسے اختیار کر کے ہم اس خلیج کو پاٹنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خدا شاہد ہے میں نے اپنے طور پر انتہائی دیانت داری، اخلاص اور تعمیری انداز سے سوچا ہے۔ یہ چیز میرے تو کیا کسی بڑے سے بڑے عالم دین کے بس میں بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے طور پر ایک فیصلہ کر دے اور اکثریت ضرور اُسے قبول بھی کرلے۔

چنانچہ کئی برس کی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہمیں اصل مسئلے کو جوں کا توں ملتِ اسلامیہ کی کھلی عدالت میں پیش کر دینا چاہیئے۔ اور اس کے فیصلے کو حتمی اور آخری سمجھنا چاہیئے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ اس وقت ملتِ اسلامیہ کی نوجوان نسل مذہب سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ عمل کی کوتاہی اس سے متوقع ہے مگر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا تبار کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے رشتے اتنے گہرے اور مضبوط ہیں کہ جن کی پاسداری پر وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

یہاں عام قاری کے دل میں یہ خلش ضرور پیدا ہوگی کہ اختلافات کے بنیادی نقطے تک پہنچنے اور پھر اس کے حل کی تدابیر اختیار کرنے کی آخر ضرورت کیا پڑ گئی ہے۔ ایسا کیوں نہیں کہ ہر چیز کو ماضی کے کھنڈرات میں دفن کر دیا جائے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اسلام ایک دین ہے جس کے کچھ اصول ہیں، کچھ فروع ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ہندو فلسفے ویدانت کی طرح ہر فکر و خیال اور نئے عقیدے کے لیے اسلام میں گنجائش نکالتے جائیں۔ اور اگر خدانخواستہ ہم ایسا کریں بھی تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ملتِ اسلامیہ جو قدرت کی طرف سے خود بہترین کسوٹی ہے، ہماری ان غلط سلط تاویلات کو قبول بھی کر لے گی، چنانچہ آپ دیکھ لیں کہ ایسے مختلف اور نئے نئے افکار و نظریات کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جن کی بنیاد کتاب و سنت میں موجود نہ تھی۔ اگر کوئی شخص اعتقادیات کی ان حدود کو پھلانگ جاتا ہے جو اصولی ہیں۔ تو ایسے شخص پر کفر کا حکم لگانا خود شریعت کا مطالبہ ہے۔ البتہ یہ فیصلہ کرنا ہر کہ و مہ کا کام نہیں، بلکہ اس کا اپنا دائرہ کار ہے۔

ہم نے جس دردمندی اور سوزِ دل کے ساتھ اپنا استغاثہ ملتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کا تقاضہ ہے کہ علمی بحثیں، دوراز کار تفاصیل اور غیر ضروری

باریکیوں کے بجائے سیدھے اور دو ٹوک الفاظ میں اپنا مطلب واضح کریں۔

اصولاً پہلے یہ بات طے ہونی چاہیئے کہ برصغیر کے قدیم مسلمان باشندوں کا مسلک وعقیدہ کیا تھا؟ یہ لوگ آج کی اصطلاح میں دیوبندی تھے یا بریلوی؟ پھر یہ بات دیکھی جائے کہ اختلافات کہاں پیدا ہوئے؟ اختلاف پیدا کرنے والے لوگ کون تھے؟ اور اختلاف کا نقطہ آغاز کیا ہے؟ آخر میں اس قضیئے کا قابلِ عمل حل اگر کوئی ہے تو وہ پیش کیا جائے

اس ساری کدو کاوش سے ہمارا مقصد نزاعی لٹریچر میں کسی نئی کتاب کا اضافہ نہیں ہے، بلکہ خدا و رسُول کے نام پر ملّتِ اسلامیہ کے لیے ایک مشترک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت کا طریقِ کار بیان کرنا ہے۔

اوّل : برصغیر کے عام مُسلمان کس عقیدہ و مسلک کے تھے، جناب سید سلیمان ندوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے زیادہ تر پیشوا بریلی اور بدایوں کے علماء تھے“[1]

جناب ثناء اللہ امرتسری نے سید صاحب کی تائید میں کہا:

”امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے، اَسّی سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے“[2]

دورِ حاضر کے ایک معروف مُورّخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

”انہوں (فاضل بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی“[3]

---

[1] حیاتِ شبلی: سید سلیمان ندوی، ص ۴۴ تا ۴۶

[2] شمع توحید: ثناء اللہ امرتسری، مطبوعہ سرگودھا: ص ۴۰

[3] موجِ کوثر: شیخ محمد اکرام، طبع ہفتم، ص ۷۰

ہندوستان کے مشہور محقق مالک رام رقم طراز ہیں:

”جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ بریلی مولانا احمد رضا خان مرحوم کا وطن ہے، وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے“[1]

اس مسئلے کی وضاحت کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے کہ اختلافات کس بات پر شروع ہوئے۔ کیا اختلافات کی بنیاد فاتحہ، میلاد، قیام، گیارہویں شریف، حاضر و ناظر، علم غیب، نور و بشر اور دُعا بعد نماز ایسے مسائل ہیں یا کچھ اور؟

اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد منظور احمد نعمانی لکھتے ہیں:

”شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ میلاد و قیام عرس قوالی، فاتحہ تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت وغیرہ ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف پایا جاتا ہے یہی دراصل بریلوی اور دیوبندی اختلاف ہے۔ مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے، جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان مسائل کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہلِ سُنت سے خارج کیا جا سکے“[2]

اہلِ سنت وجماعت کے ممتاز عالمِ دین علامہ سید احمد سعید کاظمی تحریر فرماتے ہیں:

”دیوبندی حضرات اور اہلِ سنت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علمائے دیوبند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں کھُلی توہین ہے“[3]

---

[1] تذکرہ عرشی۔ مالک رام، مطبوعہ دہلی ص۱۳۳، [2] فیصلہ کن مناظرہ ص۲ مطبوعہ دارالاشاعت فیصل آباد

دونوں طرف کے ممتاز اور معتمد علیہ علماء کی زبانی آپ نے سُن لیا کہ اصل اختلافات یہ نہیں ہیں جو ایک عرصہ دراز سے عوام کو بتلائے جارہے ہیں۔

یہ محض اصل مسئلے سے عوام کی توجہ ہٹانے کا ایک حربہ ہے۔

اور نہ ہی ان مسائل کی یہ حیثیت ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا گمراہ قرار دیا جا سکے۔ اختلاف کس بات پر ہے؟ ایک بار پھر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کے الفاظ پر غور فرمائیے:

دیوبندی حضرات اور اہلِ سُنت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علمائے دیوبند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی توہین ہے۔

نامور محقق پروفیسر محمد ایوب قادری کی تحقیق کا خلاصہ بھی بعینہ یہی ہے جو علاّمہ کاظمی صاحب نے بیان فرمایا ہے، پروفیسر صاحب رقم طراز ہیں:

یہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثرِ ابن عباس کے مسئلے میں علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن نانوتوی کی بڑی شدّ و مد سے مخالفت کی ہے۔ بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خان کر رہے تھے۔ اور بدایوں میں مولوی عبدالقدیر بدایونی بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطۂ آغاز ہوا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا۔[1]

پروفیسر صاحب کے اقتباس کو شاید عام آدمی نہ سمجھ سکے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی مصنف پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۹۴، مکتبۂ عثمانیہ کراچی

اثرِ ابن عباس جس کے الفاظ یہ ہیں: ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وموسیٰ کموسیٰکم وعیسیٰ کعیسیٰکم ونبی کنبیکم کی صحت پر کچھ غیر مقلد علماء نے اصرار کیا اور مولوی محمد احسن نانوتوی نے ان کی تائید کی، جب کہ ہندوستان کے اکثر علماء اس اثر کو ختمِ نبوت جیسے قطعی مسئلے کے بالکل خلاف سمجھتے تھے، چنانچہ ظاہر ہے کہ اس اثر کا قائل ان کی نگاہ میں ختمِ نبوت کا منکر ٹھہرتا تھا۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسے شخص کے خلاف خاموش رہتے۔ عظمت و تقدیسِ رسالت کے خلاف یہ پہلی آواز تھی، جو برصغیر میں اٹھی۔ مگر ہندوستان بھر کے علماء چیخ اُٹھے، اس مسئلے پر کئی مناظرے ہوئے، کتابیں لکھی گئیں۔ اسی اثر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنا مشہور رسالہ... "تحذیر الناس" لکھ دیا۔ جس نے بحث کا ایک نیا دروازہ تو خیر کھولا ہی، قادیانیت کے لیے بھی ایک مضبوط محاذ فراہم کر دیا۔[1]

مولوی محمد شاہ پنجابی اور محمد قاسم نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ بھی ہوا۔ تحذیر الناس کے رد میں اس زمانے میں کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ تحقیقاتِ محمدیہ حل اوہامِ نجدیہ، فضل مجید بدایونی (۲) الکلام الاحسن، ہدایت علی بریلوی
۳۔ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال، حافظ بخش بدایونی (۴) قول الفصیح، فصیح الدین بدایونی
۵۔ ابطال اغلاط قاسمیہ، قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، شیخ محمد تھانوی۔

دوسری طرف تقویۃ الایمان کے جارحانہ اندازِ بیان نے مسلمانوں کے دل و دماغ ہلا کر رکھ دیے تھے۔ اور بقول ابوالکلام آزاد:

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی، مصنف پروفیسر محمد ایوب قادری ص ۹۴، مکتبۂ عثمانیہ کراچی

"مولوی اسماعیل نے "جلاء العینین" اور "تقویۃ الایمان" لکھی اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔"[1]

تقویۃ الایمان کی ایک مشہور عبارت:

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن و فرشتہ اور جبرئیل و محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔"

اس سے امکان نظیر کا مسئلہ پیدا ہوا اور خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اس نظریے کی تردید میں "امتناع النظیر" نامی کتاب لکھنی پڑی۔

الغرض یہاں سے اس قصّے کا آغاز ہوا، بات معمولی نہ تھی۔ بارگاہِ رسالت کی عظمت پر براہِ راست زد پڑ رہی تھی۔ اگر بات ختم ہو جاتی تو خیر تھی، یہاں تو ماشاء اللہ زلفِ یار کی طرح دراز ہو رہی تھی۔ "تقویۃ الایمان" کے بعد "صراطِ مستقیم" "صراطِ مستقیم" کے بعد "براہین قاطعہ" "حفظ الایمان" "فتاویٰ رشیدیہ"، "تحذیر الناس"، "الجہد المقل" قسم کی کئی کتابیں یکے بعد دیگرے اس انداز سے آئیں کہ مسلمانوں کے دلوں پر آرے چلا دیے۔

اِن تمام کتابوں میں شاہکارِ قدرت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں انتہائی گستاخانہ اور جارحانہ زبان استعمال کی گئی تھی۔ مسلمان قوم تو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بقول علامہ اقبال، یہ سننے کو بھی تیار نہیں تھے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے میلے تھے۔ اسے تو یہ بتایا گیا تھا کہ اِس بارگاہِ قدس کی جلالتِ شان کا یہ عالم ہے کہ خود رَبّ العالمین نے اس کی دربار میں حاضری اور اس کے حضور اندازِ تخاطب کی تعلیم دی ہے۔

---

[1] مولانا کی کہانی انکی زبانی: ص ۹۰، مطبوعہ چٹان لاہور

مذاہبِ عالم کی تاریخ میں مسلمان قوم نے اپنے حبیب کی ایک ایک ادا پر مرمٹنے کی تاریخ اپنے خون سے لکھ کر اپنے لیے ایک امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ یہی تو وہ مقام تھا جہاں ان دیوانگانِ عشق کا امتحان مقصود تھا، چنانچہ پورے برصغیر میں ان عبارات کے خلاف نفرت کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ ان میں سے بیشتر عبارات اردو زبان میں ہیں۔ ان علمائے وقت نے اپنا دینی فریضہ ادا کیا۔ شہیدِ آزادی مولانا فضلِ حق خیرآبادی نے "امتناع النظیر" اور "تحقیق الفتویٰ" جیسی بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ مولانا فضلِ رسول بدایونی نے "المعتقد المنتقد" تحریر فرمائی۔ صرف "تقویۃ الایمان" کی تردید میں سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔

اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی چوکیداری کے لیے ربّ العالمین نے ایک اور شخصیت کو منتخب کر رکھا تھا، جو فاضل بریلوی امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ آپ نے متعدد مضامین و رسائل اور ذاتی خطوط میں ان حضرات کو توجہ دلائی کہ نامِ خدا اپنی یہ عبارات واپس لیجئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل مجروح کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۲۹ھ کو مولوی اشرف علی تھانوی کے نام یہ خط تحریر فرمایا: تحریر کردہ ایک مطبوعہ خط کا عکس صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر لیا جاتا یا ان سے رجوع کر لیا جاتا تاکہ اُمّتِ مسلمہ اختلاف و افتراق کی اس ہولناک کشیدگی سے بچ جاتی جس کا اسے تقریباً ایک سو سال سے سامنا ہے۔

عشق و محبّتِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے داروں کے لیے یوں بھی یہ بات زیبا نہ تھی کہ وہ اس ذاتِ گرامی کی عزّت و ناموس کے مقابلے میں اپنی انا اور ہٹ کو ترجیح دیتے سا ناکہ ان کی نگاہ میں یہ عبارت توہین آمیز نہ تھی، لیکن

صورتِ حال ان کے سامنے تھی کہ برصغیر کی ایک بہت بڑی اکثریت بشمول علماء مشائخ اور عوام ان عبارات کو گستاخانہ سمجھ رہی تھی تصوف اور روحانیت کے ڈھول پیٹنے والوں کو کیا ہو گیا کہ وہ روحانیت کے پہلے سبق، یعنی من کو مارنا اور اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنے پر بھی عمل نہ کر سکے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی علمائے دیوبند ہی کی زبانی طے کر تے چلیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں توہین آمیز یا گستاخانہ الفاظ کی صورت میں قائل کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اور یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں الفاظ و عبارات کی معمولی گستاخی بھی کفر کی زد میں آتی ہے یا نہیں؟

بحمد اللہ یہ امر خوش آئند ہے کہ علمائے دیوبند کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں گستاخی اور جرات کے سلسلے میں قائل کی نیت قطعی قابلِ اعتبار نہیں ہوگی۔ گستاخانہ الفاظ گستاخی ہی پر محمول کئے جائیں گے۔ ہاں اگر ایسے شخص کی نیت توہین آمیز نہیں تھی تو وہ اپنے الفاظ واپس لے اور توبہ کرے، اس لیے کہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں تو پھر ہر گستاخ رسول (مثلاً قادیانی، منکرینِ سنت وغیرہ) نیت کی صفائی کا بہانہ کر کے اپنے آپ کو بچا لے گا اور گستاخی اور توہین نام کی کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔

اسی طرح علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ شانِ نبوت میں معمولی سی بے ادبی کفر کا موجب ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق اب استغاثہ اپنا موقف واضح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مسائل کے بارے میں علمائے دیوبند کی آراء دیکھ لی جائیں۔

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے آداب اور اندازِ تخاطب کی نزاکتیں خود رب العالمین نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اصولِ دین سے تعلق رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رَاعِنَا کا لفظ تعظیماً کہتے تھے لیکن جب یہودیوں نے اسے معمولی سے تصرف کے ساتھ توہین کی نیت سے بولنا شروع کر دیا تو صحابہ کرام کو بھی لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا کہہ کر اس لفظ سے روک دیا گیا۔ حالانکہ صحابہ کرام کے دل میں معاذ اللہ توہین کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس لفظ میں توہین کے پہلو موجود ہوں، اس میں نیت کی صفائی معتبر نہیں ہے، اسی طرح ایسے الفاظ یا عبارات کی تاویل بھی قابلِ قبول نہ ہوگی۔

جناب مولوی محمد انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

وقد ذکر العلماء ان التہور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد به السب کفر له

"بارگاہِ انبیاء میں گستاخی کفر ہے، چاہے اس سے قائل کی مراد توہین کی نہ بھی ہو"[1]

جناب مولوی حسین احمد مدنی کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا"[2]

---

[1] بحوالہ الحق المبین سید احمد سعید کاظمی ص۱

[2] مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص۱۴۵

اب رہا یہ مسئلہ کہ کیا چیز توہین ہے اور کیا نہیں ہے ؟ اس کا فیصلہ کون کرے ؟ تو صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً، اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔ ہمارے ہی نزدیک بلکہ علمائے دیوبند کے نزدیک بھی کفرِ صریح میں تاویل نہیں، تو اب اہلِ سُنّت اور علمائے دیوبند کا معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ برِصغیر کی بہت بڑی اکثریت نے ان عبارات کو توہین آمیز اور گستاخانہ سمجھا ہے۔ حرمین شریفین کے ۳۵ جلیل القدر اور نامور علماءؒ نے اِن عبارات کو بارگاہِ نبوت کے منافی اور ان کے قائلین کو گستاخ قرار دیتے ہوئے مصدقہ تحریریں لکھیں۔ یہ تمام تحریریں ۱۳۲۴ھ میں "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" کے نام شائع ہوئیں۔ اسی طرح برِصغیر کے اڑھائی سو علماء نے ان عبارات کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مُزیّن تصدیق ملّتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کی۔ ملاحظہ ہو "الصوارم الہندیہ"

آخر اس کے بعد ان عبارات پر اَڑنے، انہیں اپنے وقار کا مسئلہ بنانے اور ملّتِ اسلامیہ کے مسلسل مطالبے پر چُپ سادھ لینے کا کیا جواز باقی رہ گیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی معمولی سی بے ادبی بھی کفر ہے۔ اس فتوے پر علمائے دیوبند سب سے پہلے دستخط کرنے کو تیار ہیں۔ توہین آمیز عبارات اور الفاظ میں تاویل و یا قائل کی نیت نہیں، اس پر وہ علمائے اہلِ سنت سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔ لیکن جب مؤدب ہو کر یہ کہا جاتا ہے کہ، حضور! ذرا اپنی ان چند عبارات پر ذرا نظرِ ثانی تو فرما لیجئے، تو پھر تاویل و تعبیر کا وہ بے معنی دفتر کھول دیا جاتا ہے جس کے سامنے اصل مسئلہ دب کر رہ جاتا ہے۔

ہم اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں، حیرت ہے کہ جن عبارات کو علمائے اہلِ

سُنّت توہین آمیز اور گستاخانہ قرار دیتے ہیں مفہوماً ان کے گستاخانہ ہونے میں علمائے دیوبند بھی متفق ہیں۔ مثلاً "صراطِ مستقیم" میں سید احمد بریلوی کا بیان درج ہے:

"پس ان بزرگوں اور انبیائے عظام علیہم السلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، اور یہ بزرگ نظامِ حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے"[1]

مگر جب علمائے حرمین شریفین نے اس پر گرفت کی تو اپنی صفائی میں بات اس انداز سے کی جاتی ہے:

"ہم یا ہمارے اسلاف میں ہرگز کبھی اور کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں رہا ہے اور ایسی خرافات تو کوئی ضعیف سے ضعیف الایمان شخص بھی زبان پر نہیں لاسکتا، اور جو شخص یہ کہے کہ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت اتنی ہی ہے جیسے بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"[2]

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس بوالعجبی کا کیا کیا جائے، مزید دیکھئے۔

براہینِ قاطعہ میں ہے:

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیطِ زمین کا فخرِ عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان اور ملک الموت کو

---

[1] صراطِ مستقیم مرتبہ شاہ محمد اسمٰعیل ص ۷۰ مطبوعہ مکتبہ سراج الدین لاہور

[2] تلخیص المہند علی المفند یعنی عقائد علمائے دیوبند ص ۹

یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے[1]۔

خاص اسی مسئلے پر المھند میں علمائے حرمین کے سامنے اپنی صفائی کا انداز یہ اختیار کیا جاتا ہے۔

"ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق مخلوقات میں سب سے زیادہ علوم اور حکمتوں اور اسرارِ الٰہیہ کے جاننے والے ہیں۔ آپ کو تمام آفاقِ ملکوت کا سب سے زیادہ علم ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بڑا عالم ہے کافر ہے اور ہمارے حضرات نے اس شخص کے بارے میں کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ ابلیسِ لعین جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔[2]

کچھ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

ہم نے یہ دو مثالیں بطور مشتے از خروارے پیش کی ہیں، ورنہ تمام اختلافی عبارات کو مفہوم علمائے دیوبند خود رد کر چکے ہیں، ان سے اظہار ناپسندیدگی کرتے ہیں اور انہیں گستاخانہ عبارات قرار دیتے ہیں۔

لیکن اپنے آپ کو وہ ایسا معیارِ حق قرار دیتے ہیں کہ یہ بات ایک آن کے لیے بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ہم سے کبھی ایسی عبارات کا صدور ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ اب مسئلہ کیونکر حل ہو۔؟

آپ کو حیرت ہوگی کہ علماء دیوبند تک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کی نظر میں ہماری یہ عبارات گستاخانہ اور توہین آمیز تھیں تو ان پر ان عبارتوں

---

[1] براہینِ قاطعہ، مرتبہ خلیل احمد انبیٹھوی ص ۵۱ مطبوعہ دیوبند

[2] التصدیقات لدفع التلبیسات (المھند علی المفند) ص ۱۰

کے قائلین کی تکفیر فرض تھی۔

• یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، چنانچہ مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علمائے دیوبند جو آج ہندوستان میں مرکزِ اسلام و مرکزِ حنفیہ و مرکزِ قرآن و حدیث و فقہ علوم عقلیہ و نقلیہ کا سرچشمہ ہیں، ان کو بھی تو مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں۔ کیا علمائے دیوبند کافر ہیں؟ اگر وہ کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں"؟

اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہیئے کہ علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا صاحب اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے، چوپائے مجانین کے علم کو آپ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے علم سے زائد کہتے ہیں، لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جناب خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے، جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے، ملعون ہے۔ لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں، بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں۔ مگر خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے ہیں یا کہتے ہیں، یہ غلط ہے افترا ہے، بہتان ہے"۔[1]

---

[1] اشد العذاب: ص ۱۲، ۱۳، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن ناظم دار العلوم دیوبند

آمدم برسرِ مطلب دیکھا آپ نے اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص بھی ایسے الفاظ کہے یا ایسے عقائد رکھے یا ان کی تبلیغ کرے، وہ بلاشبہ کافر ہے اور کافر بھی سب کے نزدیک ہے بلکہ دیوبند کے نامور عالم مرتضیٰ حسن صاحب تو ایسے شخص کو مرتد و ملعون بھی فرمار ہے ہیں۔

تو صاحب مسئلہ تو حل ہے کوئی الجھاؤ باقی نہ رہا اور یہی ہمارا استغاثہ ہے کہ بقول پشتو ضرب المثل "یہ گزا اور یہ زمین"۔

یہاں ہر پڑھے لکھے مسلمان کے ضمیر اور دیانت سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ بالکل خالی الذہن ہو کر ایک عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت سے ان عبارات کو پڑھے اور ہر مولوی، پیر اور استاذ کے فرمودات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے دل سے فیصلہ حاصل کرے کہ کیا محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسے الفاظ وہ خود استعمال کرنے کی جرأت کرسکے گا۔ وہ بارگاہ بے کس پناہ جس کے بارے میں شروع ہی سے عشاق کا نظریہ یہ رہا ہے ۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

میں دل پر پتھر رکھ صرف دو عبارتیں یہاں نقل کرتا ہوں۔ آپ کو قسم ہے پروردگارِ عالم کی فیصلے میں جانبداری نہ برتیں؛

• زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ

یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔"[1]

ایک اور صاحب رقم طراز ہیں؛

• پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمر بلکہ صبی و مجنون بلکہ حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے"[2]

اب یہ فیصلہ قارئین کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان علماء کی عبارات اور ان فتوؤں کے اس کھلے تضاد کی کیا توجیہ کرتے ہیں۔ تقریباً تمام قابلِ گرفت عبارات کے ساتھ علمائے دیوبند نے یہی حشر کیا ہے۔ بات عبارت اور شخصی طور پر اس کے قائل کی آتی ہے، تو یہ حضرات قریب نہیں پھٹکنے دیتے تاویلات کا وہ دفتر کھل جاتا ہے جو شاید ان عبارات کے قائلین کے ذہن میں بھی نہیں تھا اور جب پوچھا جاتا ہے کہ جو شخص ایسا کہے اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے، تو جھٹ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے۔ اب اگر کوئی جسارت کرکے صرف اتنا کہہ دے کہ قبلہ پھر جس شخص نے ان عبارات کے قائلین کی گرفت کی، اس نے کیا قصور کیا تھا کہ آج تک اس کا جرم معاف نہیں ہوسکا، تو فرماتے ہیں، نہیں اس نے ہمارے بزرگوں پر بہتان طرازی کی ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے واسطے آپ ہی بتائیے کہ اس

[1] صراطِ مستقیم ملفوظات سید احمد بریلوی مرتبہ اسمٰعیل دہلوی ص ۵۰ مطبوعہ ملک سراج الدین لاہور

[2] حفظ الایمان، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۸ مطبوعہ دیوبند

دو عملی اور تضاد بیانی کا کیا کیا جائے۔ اس کا مطلب ماسوائے اس کے اور کیا ہے کہ جہاں گھر کو لگتی ہے، وہاں فتوے اور ادب و محبت کے وعظ سب داؤ پر لگا دیئے جاتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ اس تضاد بیانی کے ایک دو اور نمونے بھی قارئین کے سامنے بھی رکھ دیئے جائیں تاکہ بات واضح ہو۔

• تحذیر الناس میں مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

• اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔[1]

مگر المہند علی المفند میں علمائے حرمین کے سامنے یہ لہجہ اختیار کیا جاتا ہے ہمارا اور ہمارے مشائخ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ سرورِ کائنات حضرتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیّین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، جو آپ کی ختمِ نبوت کا انکار کرے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے، کیونکہ وہ نص قطعی اور نص صریح کا منکر ہے۔[2]

سوال ہوا، مولوی رشید احمد گنگوہی سے، "محفلِ میلاد میں جس میں روایات صحیح پڑھی جائیں، اور لاف وگزاف اور روایاتِ موضوعہ کا ذبہ نہ ہوں۔ شریک ہونا کیسا ہے"؟ آپ نے فرمایا: "ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے"[3]

علمائے حرمین نے دریافت فرمایا: کیا آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا ذکر شرعاً برا ہے، بدعت سیئہ ہے، جو حرام ہے یا اور کچھ کہتے ہیں؟"

---

[1] تحذیر الناس: ص ۹۴، مصنفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی، مکتبہ امدادیہ، دیوبند

[2] تلخیص المہند، ص ۸۰

[3] فتاوی رشیدیہ کامل، ص ۱۴۸

جواب میں کہتے ہیں: "یہ بات کوئی بھی مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ہم یہ کہیں کہ یہ بدعت اور حرام ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام احوال کہ جن کا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے ادنیٰ سا بھی تعلق ہو، اعلیٰ درجہ کا مستحب و مندوب ہے، خواہ آپ کی ولادتِ شریفہ کا ذکر ہو یا آپ کے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے کا"[1]

قارئین کرام کو حیرت ہو گی کہ تضاد بیانی اور دو عملی کا یہی وہ شیوہ ہے جس کا منظر دنیا نے اس طرح دیکھا ہے کہ مفتی دیوبند نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی ایک عبارت پر فتویٰ کفر لگا دیا۔ جب انہیں یاد دلایا گیا کہ قبلہ یہ عبارت تو حضرت مولانا کی ہے۔ تو انہیں فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے دیر بھی نہ لگی، اور اسی طرح کا ایک اور واقعہ خود مہتمم دار العلوم دیوبند جناب مولوی محمد طیب کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ مفتی دیوبند نے ان کی ایک عبارت پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے فتویٰ واپس لے لیا۔

اے کاش! اے کاش اگر علمائے دیوبند سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی محمد طیب جتنی بھی محبت وعقیدت کا ثبوت دیتے تو یہ چند عبارات کب کی واپس ہو چکی ہوتیں اور دیوبند و بریلی نام کا آج کوئی مسئلہ ہی نہ ہوتا۔

دیوبند کے ایک معروف علمی پرچے تجلی (اپریل ۱۹۵۶ء) میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس سے ہمارا مقصود صرف یہ دکھانا تھا کہ ایک سیدھی سادی عبارت لکھ کر بھجوائی گئی تو اس پر فتویٰ دے دیا گیا، مگر جب یہ پتہ چلا کہ یہ عبارات تو

---

[1] تلخیص المہند ص ۱۰

ہمارے اپنے بزرگوں کی ہیں، تو لگے فتویٰ پوچھنے والوں کو گالیاں دینے اور بُرا بھلا کہنے کہ ان نے دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ ہمیں صاف صاف انہوں نے لکھ دیا کہ یہ عبارت مولوی محمد قاسم نانوتوی کی ہے اور یہ ان کے پوتے قاری محمد طیب صاحب کی، تاکہ ہم اپنے پرائے میں تمیز کر سکتے۔

قارئین! یہی وہ ستم ظریفی ہے جس کا رونا رو رہے ہیں اور یہی ہمارے موقف کی بنیاد ہے کہ علمائے دیوبند عام حالات میں ان گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دیتے ہیں۔ علمائے حرمین کے سامنے نام بنام انہی عبارتوں پر فتویٰ کفر دے چکے ہیں، مگر بات جب اپنے بزرگوں کی آتی ہے، تو "پرنالہ وہیں کا وہیں"۔ اب عقائد اور شرعی معاملات میں اس دوہری عینک کا ہمارے پاس کیا علاج ہے۔؟

یہاں تک ہی کیا محدود ہے، وہ تمام طریقے اور اذکار و اعمال جن کی بدولت ایک عرصے سے علمائے اہل سنت کو بدعتی اور مشرک کہا جاتا ہے۔ اندرون خانہ بڑی بشاشت اور فراخ دلی سے ان حضرات نے اپنا رکھے ہیں دم درود، تعویذ، چلّے، مکاشفے اور خانقاہی نظام کی ہر ضعیف الاعتقادی میں یہ حضرات بریلویوں کو کوسوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں، مگر آج بھی دوسروں کے لیے ان کی لغت میں بدعتی اور اپنے لئے موحد کے ہی الفاظ ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے شائع ہونے والی کتاب "زلزلہ" نے جب انتہائی مدلل طریقے سے یہ ناقابلِ برداشت الزامات عائد کئے تو اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف دیوبندی اہلِ قلم مولوی عامر عثمانی کو یہ تبصرہ کرنا ہی پڑا۔

• بات یقیناً تشویشناک ہے۔ مصنف نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہے کہ اِدھر اُدھر سے چھوٹے موٹے فقرے لے لے کر ان سے مطلب پیدا کیا ہو، بلکہ پوری

عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز کوئی معنے پیدا نہیں کئے ہیں ہم اگرچہ حلقۂ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا۔ اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ دفاع کریں تو کیسے؟ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدھر بھی ان الزامات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب کے مشتملات بزرگانِ دیوبند پر عائد کرتے ہیں ہم اگر عام روش کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کر سکتے تھے کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں، لیکن خدا ہی بچائے اشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے ہم اپنا دیانتدارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ مقتدر علمائے دیوبند پر تضاد بیانی کا جو الزام اس کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے، وہ اٹل ہے۔"

اس کی توجیہ آخر کیا کریں گے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی یا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب فتویٰ کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان احوال و عقائد کو برملا شرک، کفر اور بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں، جن کا تعلق غیب کے علم اور روحانی تصرف اور تصورِ شیخ اور استمداد بالارواح جیسے امور سے ہے، لیکن جب طریقت و تصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں تو یہی چیزیں عین کمال ولایت اور علامتِ بزرگی بن جاتی ہے۔

ہم اگر فرض کر لیں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کر دیا ہے وہ مبالغہ آمیز ہے۔ غلط ہے۔ حقیقت سے بعید

ہے۔ تو بے شک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے نجات مل جائے گی لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علماء دیوبند ہی ہیں، ان کی کتابیں بھی حلقہ دیوبند میں بڑے ذوق شوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہے اور کسی اللہ کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برائت ظاہر کرتے ہیں۔ برائت کیا معنی، ہمارے موجودہ بزرگ پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علم غیب اور فریاد رسی اور تصرفاتِ روحانی اور کشف والہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں، وہ بالکل حق ہیں سچے ہیں، پھر آخر ازالۂ اعتراض کی کیا صورت ہو؟

ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے، یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ، بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ دے دی جائے اور صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں، اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ارواحِ ثلاثہ، سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنے چاہییں یا پھر ان موخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر کتابوں میں مندرج ہیں۔[1]

غور فرمایا آپ نے کہ تضاد پسندی اور دو عملی کی اس پالیسی پر غیر تو غیر اپنے بھی چیخ رہے ہیں، ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ اوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو ہو لیکن حبیبِ خدا، سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ

---

[1] بحوالہ زلزلہ، مصنفہ علامہ ارشد القادری، مطبوعہ فیصل آباد۔ ص ۱۸۳ تا ۱۸۵

وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی تو اس سے مستثنیٰ رہنی چاہیئے۔ اگر ہمارے اکابرین نام مبارک کے ساتھ فداہ امی وابی لکھتے رہے ہیں تو وہ یونہی تو نہیں کہتے رہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس نازک موقع پر علمائے دیوبند اپنے چند اساتذہ کی آن کو سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و ناموس پر قربان نہیں کر سکتے۔ علمائے اہل سنت بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ اصل مسئلہ یہی ہے، اگر یہ حل ہو جائے تو کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

معروف عالم دین علامہ سید احمد سعید کاظمی رقمطراز ہیں۔

"مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا، تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے، خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی، اس سلسلے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمۂ کفر بولا، تو ساری لیگ معاذاللہ کافر ہو گئی۔ یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا۔ تو معاذاللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی کفریہ عبارات کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے۔ ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبند یا لکھنؤ والے کو کافر نہیں کہتے، ہمارے نزدیک صرف وہی کافر ہیں جنہوں نے معاذاللہ، اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول اور محبوبانِ ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی، نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر ان کے صریح مفہوم کو جان کر ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخوں کو مومن، اہل حق، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اور بس انکے علاوہ ہم نے کسی مدعیِ اسلام کی تکفیر نہیں کی ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی اگر ان کو

[illegible]

ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا، نہ لیگی نہ ندوی ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں"[1]

پھر کیوں ایسا نہیں کیا جاتا کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی چند لوگوں سے ان عبارتوں کے سلسلے میں غلطی ہوئی ہے۔ کیا یہ لوگ معصوم تھے، عبارات کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا موقف انتہائی کمزور اور باہم تضاد کا شکار رہے۔ ان عبارات کی تاویلات میں ان حضرات نے جس ژرف نگاہی اور بالغ نظری کا ثبوت فراہم کیا ہے وہ بجائے خود ایک مضمون کا متقاضی ہے۔ حیرت ہے کہ انکے ایک بزرگ ایک عبارت کی جو تاویل کرتے ہیں۔ دوسرے بزرگ اس تاویل کو سراسر گمراہی بتلاتے ہیں۔ اب آدمی کرے تو کیا کرے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں "فتاویٰ رشیدیہ" میں لکھا جاتا ہے کہ وہ متبع سنت تھا۔ اور اچھا آدمی تھا۔ مگر علمائے حرمین کو مطمئن کرنے کے لئے "المہند علی المفند میں لکھا جاتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صاحب ردالمختار علامہ شامی کا ہے۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ علامہ شامی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو خارجی اور باغی قرار دیا ہے اور الشہاب الثاقب میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ رکھتا تھا، نیز وہ ایک ظالم باغی، خونخوار، فاسق تھا، ملاحظہ ہو، ص ۲۲۱، الشہاب الثاقب کا عکس ص ۳۴ پر دیکھئے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

ان عبارات کی غلط سلط تاویلات کرتے ہوئے بالکل وہی بات ہوتی ہے

---

[1] الحق المبین مصنفہ علامہ سید احمد سعید کاظمی، مطبوعہ ملتان، ص ۲۴، ۲۵

کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے سو جھوٹ مزید بولنا پڑتا ہے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ جن صاحبان جبہ و دستار کی عظمت اور آن کو برقرار رکھنے کی خاطر اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی ناموس کو بھی داؤ پر لگا دیا گیا ہے، ان میں سے بعض حضرات نے خیر سے ایسے گھٹیا پن کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر دیانت و امانت کو پسینہ آجاتا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

براہین قاطعہ میں المہند علی المفند کے مؤلف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالحق محدث دہلوی روایت کرتے ہیں کہ (حضور نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"[1]

حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی معروف کتاب مدارج النبوۃ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"ایں سخن اصلے نہ دارد و روایت بداں صحیح نہ شد"[2]

حد ہے کوئی اس دیانت کی، امتِ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے باشعور افراد سے بنام خدا ہماری اپیل صرف یہ ہے کہ علومِ نبوت میں نقص نکالنے کی خاطر جو شخص اتنا کھلا اور سفید جھوٹ بول رہا ہے، کیا اب بھی وہ شیخ الحدیث اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کا محب ہے۔

---

[1] براہین قاطعہ، خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۱

[2] مدارج النبوۃ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۷

گئے ہاتھوں شیخ العرب والعجم نامی ایک اور بزرگ کی علمی دیانت اور تقویٰ میں باز کے بلند مدارج کا حال بھی دیکھتے چلیے۔

مولوی حسین احمد مدنی "الشہاب الثاقب" میں رقم طراز ہیں:

"جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم، خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص ۱۵ پر ارقام فرماتے ہیں۔ وہ علمِ غیب صفتِ خاص ہے ربّ العزت کی جو عالم الغیب والشہادت ہے۔ جو شخص رسولِ خدا کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے۔ اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امورِ مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علمِ غیب کہنا گمراہی ہے"[1]

مولوی حسین احمد اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

"علاوہ ازیں جناب بندۂ درہم و دینار کے دادا مولوی رضا علی خان صاحب ہدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ میں فرماتے ہیں:"[2]

قارئین کو حیرت ہوگی کہ یہ دونوں کتابیں فرضی ہیں۔ ردِّ شہاب ثاقب میں مفتی محمد اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"مسلمانو! مصنف شہاب ثاقب کے ان دو جیتے جھوٹ اور کذب اور صریح افترا و بہتان کو دیکھو کہ دنیا میں حضرت شاہ حمزہ مارہروی کی نہ تو کوئی کتاب بنام خزینۃ الاولیاء تصنیف ہوئی نہ کانپور میں طبع ہوئی نہ اس کا صفحہ ۱۵ ہے، نہ اس عبارت کا وجود ہے، اسی طرح جہاں بھر میں جناب مولانا مفتی رضا علی خان کی کوئی کتاب ہدایت الاسلام ہے اور نہ وہ سیتاپور کے مطبع صبح صادق میں طبع ہوئی"[3]

---

[1] الشہاب الثاقب: حسین احمد مدنی، ص ۹۸، ۹۹ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

[2] " " " " " " " " " "

غور فرمایا آپ نے، اگر صدر المدرسین دیوبند مولوی حسین احمد مدنی کی یہ حالت ہے تو اور کسی کی کیا بات کی جائے ؎

اذا کان رب البیت بالطبل ضاربًا
ولا تلم الاولاد فیه علی الرقص

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

اصل عبارات پیش کرنے سے پہلے ایک اور مسئلے کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب نے تمام گستاخانہ عبارات کے بارے میں علمائے حرمین سے رجوع کیا تو حرمین شریفین کے ۳۵ جلیل القدر اور نامور علماء نے واضح الفاظ میں ان عبارات کو کفریہ قرار دیا اور ان کے قائلین پر رجوع توبہ ضروری قرار دیا۔

اب یہاں بھی علمائے دیوبند نے اپنی روایت کے مطابق وہی چال چلی جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں: بجائے اس کے کہ وہ حرمین شریفین کے علماء کی بات مان کر ان عبارات کو واپس لے لیتے، انہوں نے بات کا رُخ موڑنے کی خاطر ایک نیا محاذ کھول دیا کہ جی وہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے تو ہماری عبارت کے مفہوم غلط پیش کیے ہیں، ان کے تراجم حسبِ منشا کئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ گو اس ساری بحث سے بات اپنی جگہ ہی رہی۔ مگر بزعمِ خویش ان حضرات نے میدان مار لیا۔ علمائے دیوبند نے بطورِ خاص مدینہ منورہ کے معروف عالمِ دین اور نامور محقق علامہ احمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی اس عبارت کو اُچھالا ہے جس میں انہوں نے علومِ خمسہ کے بارے میں فاضل بریلوی کے موقف سے اختلاف کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر دیگر علمائے حرمین کی طرح علامہ برزنجی نے بھی بڑی شد و مد کے ساتھ گرفت کی اور انہیں کفریہ عبارات قرار دیا۔ آپ کے فتوے کے بعض جملے یہ ہیں:

"اور رہے امیر احمد اور نذیر حسین اور قاسم نانوتوی کے فرقے اور ان کا کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کیا جائے۔ بلکہ اگر حضور کے بعد کوئی نبی ہو، تو اس سے خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوتِ جدیدہ ملنی مان رہے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ جو اسے جائز مانے۔ وہ باجماعِ علمائے اُمّت کافر ہے ---- اور وہ جو رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا ہے۔ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے تو رشید احمد مذکور کا کہنا دو وجہ سے کفر ہے.... اور وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ کھلا ہوا کفر ہے۔ بالاتفاق اس لئے کہ اس میں رشید احمد کے اس قول سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان ہے"[1]

اتفاق سے اس کے کچھ عرصہ بعد فاضل بریلوی کی کتاب الدولۃ المکیہ سامنے آئی تو صرف علومِ خمسہ کے بارے میں علامہ برزنجی نے اس سے اختلاف کیا۔ یہ اختلاف ایک عالمانہ اختلاف ہے جو اپنے اندر پورا وقار اور سنجیدگی لئے ہوئے ہے۔ اس میں علامہ برزنجی نے فاضل بریلوی کے لئے قطعاً کوئی نازیبا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ فاضل بریلوی کی طرح علمائے اسلام کی ایک جماعت آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علومِ خمسہ کی قائل ہے۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ہم اصل الفاظ کا ترجمہ علمائے دیوبند کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

"امّا بعد، ہندوستان سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ علمائے ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں جھگڑا پڑ گیا ہے کہ آیا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا علم مغیباتِ خمسہ (جن کا ذکر آیت انّ اللہ عندہٗ علم الساعۃ میں ہے) سمیت تمام مغیبات کو محیط ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل ہے اور دوسری دوسری شق کی، اس کے بعد لکھا کہ میں نے اپنے اس رسالہ میں بیان کیا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے۔ اور آپکا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے، بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے۔ لیکن قرآن وسنت اور کلام سلف کے واضح دلائل کی بنا پر مغیباتِ خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں۔"[1] آگے چل کر علامہ برزنجی موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

پھر اس کے بعد علمائے ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل ہونے اور اپنے لئے وحی اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، انہیں میں سے ایک فرقہ امیریہ ہے ایک نذیریہ ہے ایک قاسمیہ ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کر لیا جائے، بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے تب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انہیں میں سے ایک فرقہ وہابیہ کذابیہ ہے جو رشید احمد گنگوہی کا پیرو ہے جو اللہ تعالیٰ سے بالفعل کذب کے وقوع کا قول

---

[1] غایۃ المامول، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین۔ ص ۲۹۶، ۲۹۷۔

کرنے والے کو کافر قرار نہیں دیتا۔ انہیں میں سے ایک شخص رشید احمد گنگوہی ہے جو مدعی ہے کہ وسعتِ علم شیطان کے لئے ثابت ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی ہے جو کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر علم مغیبات کا حکم لگانا بقول زید صحیح ہو تو، سوال یہ ہے کہ اس کی مراد بعض مغیبات ہیں یا سب؟ اگر بعض غیب مراد ہیں تو اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص؟ ایسا علم غیب تو زید عمرو بکر، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کو باطل کرنے کے لئے ایک رسالہ موسومہ "المعتمد المستند" لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوالِ مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا اور اس نے اس رسالہ پر تصدیق و تقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالاتِ شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں، کیونکہ سب باتیں اجماعِ امت کے خلاف ہیں اور اپنی تقریظ کے ضمن میں ہم نے ان کے اقوال کے ابطال کے لئے بعض دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا"۔[1]

اب مخالفین نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، علوم خمسہ کی ایک شق کے بارے میں علامہ برزنجی کے عالمانہ اختلاف کو دیکھ کر اس قدر جوشِ مسرت سے بے خود ہوئے کہ انہیں یہ تک نہ یاد رہا کہ اپنی اس تحریر میں وہ حسام الحرمین والے فتوے کی دوبارہ شد و مد سے تائید کر رہے ہیں۔ اور ان کفریہ عبارات کے قائلین پر فتویٰ کفر دے رہے ہیں۔ یہ تو علامہ برزنجی کی کمال دیانت تھی کہ جہاں انہیں معمولی سا اختلاف ہوا، اسے انہوں نے انتہائی مہذب انداز میں بیان کر دیا اور ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ اس اختلاف سے یہ نہ سمجھ لیا جائے

---

[1] غایۃ المامول، ص ۲۹۹، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور

کہ ہم نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" پر جو تصدیق و تقریظ لکھی وہ اس سے کالعدم ہو گئی ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ وہ اپنی جگہ قائم ہے اور ان لوگوں کے لئے ہمارا فتویٰ آج بھی وہی ہے جو شروع میں تھا۔[1]

رہی یہ بات کہ آیا یہ عبارات یا الفاظ علمائے دیوبند کے ہیں یا نہیں، کہیں فاضل بریلوی نے عبارت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے یا ان کے مفہوم کو بگاڑ کر تو فتوے حاصل نہیں کر لئے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس کتاب کا موضوع ہی یہی عبارات ہیں

قارئین کرام انہیں پڑھ کر اندازہ کر لیں کہ علامہ برزنجی کا فتویٰ آج بھی ان حضرات کے خلاف اس شان سے قائم ہے یا اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔؟ پھر طرفہ تماشا یہ کہ علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کا جو عربی ترجمہ فاضل بریلوی نے علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا اور اس عربی عبارت کا اردو ترجمہ مولوی نعیم الدین دیوبندی نے بالکل انہی الفاظ میں کیا ہے۔ جو ان حضرات کی اصل اردو عبارات ہیں۔ گویا یہ بات بھی علمائے دیوبند نے تسلیم کر لی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان اردو عبارات کا ترجمہ ٹھیک ٹھاک کیا ہے جبھی تو علمائے دیوبند اس عربی کا ترجمہ اصل الفاظ کی صورت میں کر رہے ہیں۔ اگر یہ عربی ترجمہ غلط ہوتا تو اس کا ترجمہ بھی اسی انداز سے کیا جاتا، اب علمائے دیوبند کے پاس یہ بات کہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے کہ فاضل بریلوی نے غلط تراجم کے ذریعے علمائے حرمین سے فتوے حاصل کئے۔ علومِ خمسہ کے مسئلے پر علامہ برزنجی نے عالمانہ اختلاف کیا ہے۔ مگر اپنی تحریر میں انہوں نے کہیں بھی فاضل بریلوی کو گمراہ کے لفظ سے یاد نہیں کیا۔ مگر ادھر فاضل بریلوی کے ساتھ اختلاف کا لفظ دیکھ کر یار لوگ کلیلیاں کرنے لگے اور غایۃ المامول کے ٹائٹل پر لکھا: "احمد رضا خاں صاحب کا گمراہ کن عقیدۂ غیبیہ علمائے

---

[1] غایۃ المامول، ص ۲۹۹، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور

حجاز کی نظر میں "کاش! وہ غور فرما لیتے تو اس کا تمثیل اس طرح زیادہ موزوں اور مناسب ہوتا ہے علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر علمائے حرمین کے فتوئ کفر کی توثیق"۔

علامہ برزنجی نے علوم خمسہ کے بارے میں فاضل بریلوی سے اپنا اختلافی نقطۂ نظر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے ایک دوسرے رسالہ پر مجھے مطلع کیا، جس میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف حدوث و قدم کا فرق ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے مدعا پر دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا قول۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٴ (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے، پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ اس کے مدعا پر دلالت قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے الخ" [1]

آپ نے غور فرمایا کہ گستاخانہ عبارات پر علامہ برزنجی کا فتویٰ نہ صرف جوں کا توں اپنی جگہ موجود ہے بلکہ اس کتاب "غایۃ المامول" میں انہوں نے اپنے فتوئ کفر کی مزید توثیق کردی ہے، مگر صرف علوم خمسہ کے بارے میں معمولی سے اختلاف کا سہارا لیکر فاضل بریلوی کی دیانت اور ثقاہت کے خلاف کس قدر پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے؟

ہماری گذارش ہے کہ یہ گستاخانہ عبارات علمائے دیوبند کے لئے ایسا چھچھوندر ہیں جنہیں نہ وہ نگل سکتے ہیں اور نہ ہی پھینکنے کو ان کا دل چاہتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کردیا جائے۔

---

[1] غایۃ المامول۔ ص ۳۰۰ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین

دنیا کا کوئی بھی با اخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ ایک مسلمان انہیں آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے برداشت کرے۔ پچاس سال سے ان عبارات کی تاویلات کی جا رہی ہیں ان پر گرفت کرنے والے علماء کو خائن، گمراہ اور اہل حق کا مخالف بتایا جا رہا ہے مگر یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان چند عبارات سے توبہ کی جائے۔

یہ بات قارئین کے علم میں ہوگی کہ علامہ اقبال صاحب نے مولوی حسین احمد مدنی کے نظریہ وطنیت کے بارے میں "ارمغان حجاز" میں چند اشعار لکھ دیئے، تو علمائے دیوبند کا ایک بڑا طبقہ آج تک علامہ اقبال کا یہ قصور معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور اس بات پر تو تمام علمائے دیوبند کا اتفاق ہے اور بارہا ان کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہ اشعار "ارمغان حجاز" سے نکال دیئے جائیں، اس کے لئے یار لوگوں نے فرضی خط و کتابت تک گھڑ لی ہے۔ یہ ساری تگ و دو اس لئے کی جا رہی ہے تاکہ علامہ اقبال جیسے آفاقی اور زندۂ جاوید شاعر کے قلم سے حسین مدنی کی عزت و ناموس کو بچایا جائے، اگر علمائے اہل سنت بعینہٖ یہی مطالبہ خود علمائے دیوبند سے کرتے ہیں کہ حضور! حبیب خدا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے بارے میں یہ گستاخانہ عبارات آپ بھی تو واپس لیجئے، تو یہ حضرات ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

ملت اسلامیہ کے ہر ذی شعور فرد حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہر مسلمان اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور تعلق کو کائنات و ما فیہا سے افضل سمجھنے والے ہر کلمہ گو سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت کا اصولی اختلاف نہ علم غیب کے مسئلے پر ہے اور نہ ہی حاضر و ناظر پر یہ اختلاف نہ گیارہویں شریف کے بارے میں ہے اور نہ دعا بعد جنازہ سے متعلق۔ یہ اصولی اختلاف صرف اور صرف ان گستاخانہ عبارات کے بارے میں ہے جن میں حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی توہین کی گئی ہے۔ ہم یہ تمام عبارات

اپنے کتابوں سے فوٹو کاپیوں کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ میں سے ہر شخص ہر قسم کے تعلقات سے بالاتر ہو کر آج یہ فیصلہ کرے کہ وہ بارگاہِ قدس جس میں گفتگو اور حاضری کے آداب میں قرآن مجید میں یوں تعلیم کئے گئے ہیں۔

لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا

لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا

لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہٗ

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، الخ

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات

اسی انداز گفتگو اور طرز تخاطب کے لائق ہے؟ قسم ہے آپ کو پروردگار کی! آپ میں سے کوئی شخص یہ اندازِ گفتگو اپنے استاد، مرشد، والد یا کسی دوسرے لائق احترام بزرگ کے ساتھ اپنانے کی جرأت کرے گا۔؟ یہاں آپ یہ نہ دیکھیں کہ بات کس نے کہی ہے یہ دیکھیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ دنیا و آخرت میں اگر کوئی تعلق اور نسبت کام آسکتی ہے تو وہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت ہے۔ آپ ہر شخص کو اسی مرکز تعلق اور کعبہ انجذاب سے تعلق کی کسوٹی پر پرکھیں۔

علمائے دیوبند اور تمام اہلِ اسلام کے متفقہ اصول وضوابط جن کی بناء پر کفر کا فتوے دیا جائے گا

۱۔ انبیاء کی توہین اور ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے۔ [1]

[1] اشد العذاب ص ۴، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم دارالعلوم دیوبند۔ مطبوعہ

۲۔ عابد، زاہد، محدث، مفسر اور مبلغ اسلام ہونے کے باوجود بھی انبیاء کی توہین کرنے والا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار یا اس معنی کو غلط کہنے والا کافر اور مرتد ہے۔ [2]

۳۔ ضروریاتِ دین کے انکار کرنے والے اور انبیاء کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنا اور احتیاط کرنا خود کفر ہے۔ مسلمان خوب سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریاتِ دین اور انبیاء کی توہین کرنے والے منافقین کو کافر کہا جائے ورنہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے منافقین سب کچھ فرائض وواجبات ادا نہ کرتے تھے اور کیا وہ اہلِ قبلہ نہ تھے۔ بس حکم یہی ہے کہ ایسے لوگوں کو کافر کہا جائے آسمان ٹلے زمین ٹلے، یہ حکم نہیں ٹل سکتا۔ [3]

۴۔ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو، بچوں، چارپایوں، پاگلوں (مجانین) کے علم کے برابر یا اس جیسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، اور جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ [4]

۵۔ جو شخص شیطان کے علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زائد کہے وہ کافر ہے۔ مرتد ہے، ملعون ہے، جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے [5]

۶۔ جو شخص ایک دفعہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار کر دے یا اس کو غلط قرار دے اس کے بعد وہ ختم النبوۃ کا اقرار بھی کر دے تو جب تک وہ اس کفر سے توبہ کا اعلان نہ کرے یا اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اس کے اقرار ختم النبوۃ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا [6]

[2] اشد العذاب ص ۹ مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن ناظم دارالعلوم دیوبند مطبوعہ

[3] " ص ۹-۱۰ " " " " " "

[4] " ص ۱۲-۱۴ " " " " ایضاً المند علی المفند ص ۳۰

[5] " ص ۱۲-۱۴ " " " " " " " ص ۲۵ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

[6] " ص ۱۵ " " " " " "

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے، صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے (جن سے سننے والے کو توہین کا وہم پیدا ہو) تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔

۸۔ جو شخص یہ کہے کہ کسی غیر نبی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اتنی ہے جیسی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے[۵]

فتویٰ کفر، اور تکفیر (کسی کو کافر قرار دینے) کی شرعی حیثیت۔

اگر کسی شخص کو کافر قرار دیا جائے، تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کے سبب تمام اسلامی، بلکہ انسانی حقوق و مراعات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی جان، مال اور عزت کا تحفظ ختم ہو جاتا ہے اور تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں سے اس کے ہر قسم کے تعلقات موقوف قرار پاتے ہیں۔ اس موقع پر اس سے علانیہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر کے رجوع کرتے ہوئے دوبارہ اسلام قبول کر لے۔ تو فبہا، ورنہ مسلمان حاکم اس کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر دے گا اور قتل کے بعد اس کو بے گور و کفن گھسیٹتے ہوئے کسی کھڈ میں ڈال کر مٹی میں دبا دیا جائے گا۔ اور اگر کسی طرح قتل سے بچ نکلے یا مسلمانوں کو اس کے قتل پر قدرت نہ ہو سکے تو پھر اس کے رشتہ دار، برادری، بیوی اور بچے اور تمام انسانوں پر پابندی ہوگی کہ وہ اللہ اور رسول کے اس باغی اور دشمن سے ہر قسم کے تعلقات قلبی و جسمانی اور لین دین، بول چال، کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا سب ختم کر کے مکمل بائیکاٹ کریں اور جو شخص اس بائیکاٹ کو لازم نہ سمجھے تو وہ بھی اللہ اور رسول کا باغی قرار پائے گا۔

اور اگر کسی طرح فتویٰ کفر جاری کرنے والے کو یہ احساس ہو جائے۔ کہ میرا فتویٰ غلط ہے، تو اب اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنی غلطی اور توبہ کا اعلان کرے، کیونکہ کسی کو مسلمان سمجھتے ہوئے اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

---

[۵] مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم۔ ص ۱۶۵ مکتوبات مولوی حسین احمد مدنی

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ایک تاریخی خط کی نقل پیش کر رہے ہیں جو آپ نے آج سے تقریباً ستاسٹھ سال قبل ۱۳۲۱ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا تھا اور جو رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں چھپ چکا تھا۔

معاوضۂ عالیہ امام بریلوی قدس سرہ

نقل

بنام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ فقیر بارگاہ عزت قدیر عز جلالہ و عم نوالہ آپ کو دعوت دیتا ہے ابحسب معاہدہ قرارداد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ ہے۔ معاہدہ میں ۱۰ صفر مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی ہے آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے لہٰذا فقیر اس علیم قدیر عز جلالہ کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے ۲۰ صفر روز جانفزا دو شنبہ اس کے لیے مقرر کرتا ہے آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۰ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں...... اور آپ بالذات اس امر اہم اعظم دین کو طے کریں اپنے دل کی آپ جیسی بتا سکیں گے وکیل کیا بتا سکے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر معذور کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے۔ کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈ لیے، تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ و برداختہ قبول سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور رکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فرار ہوا تو کھلے سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں

وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرلی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے پھر آپ خود ہی رفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم آپ بر سلسلے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں آخر تابکے؟ یہ اخیر دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمدللہ میں فرضِ ہدایت ادا کرچکا۔ آئندہ کسی کے خرخر پر التفات نہ ہوگا۔ کھوا دینا میرا کام نہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین

والحمد للہ رب العالمین

مہر

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ر صفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۲۹ھ

حال یہی ہوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے۔ خجالت و شرمندگی نبھاتے رہے رجوع و اتحاد سے گریز کیا اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔

○

رسائلِ رضویہ جلد دوم ص ۵۰۱

کیا یہ لوگ مسلمان ہیں ..؟

میدان حشر میں سرکار دوعالم ﷺ کی شفاعت کے امیدوارو!

دل کی آنکھوں سے پڑھو، اور انصاف کرو کہ ------

آیا ان غلیظ و مکروہ عقائد کے حامل افراد مسلمان ہیں؟

حضور اکرم ﷺ کے علم کو پاگلوں، بچوں اور جانوروں کے علم جیسا کہا گیا ہے۔

اصل عبارت----

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان مصنفہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۸

کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند)

دیوبندیوں کا کلمہ بھی ملاحظہ فرمایئے' جس کے پڑھنے کو اشرف علی تھانوی نے عین اتباع سنت کہا۔

خلاصہ اصل عبارت۔۔۔۔۔

اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے اپنے پیر کو اپنے خواب اور بیداری کا واقعہ لکھا کہ وہ خواب میں کلمہ شریف میں حضور اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کی جگہ اپنے پیر اشرف علی تھانوی کا نام لیتا ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ (معاذ اللہ) پڑھتا ہے اور اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اپنے پیر سے معلوم کرتا ہے تو جواب میں اشرف علی تھانوی توبہ و استغفار کا حکم دینے کے بجائے کہتا ہے۔

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو' وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔

(الامداد' مصنفہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۳۵
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون' انڈیا)

حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین ماننے سے انکار کیا گیا۔

اصل عبارت۔۔۔۔۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس' مصنفہ قاسم نانوتوی صفحہ ۳۴
دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ' کراچی)

حضور اکرم ﷺ کے علم پاک سے شیطان و ملک الموت کے علم کو زیادہ بتایا گیا۔

اصل عبارت۔۔۔۔۔

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ' از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی
مصدقہ' مولوی رشید احمد گنگوہی' صفحہ ۵۱ مطبع بلال ڈھور)

نماز میں حضور اکرم ﷺ کے خیال مبارکہ کے آنے کو جانوروں کے خیالات میں ڈوبنے سے بدتر کہا گیا ہے۔

اصل عبارت-----

زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم' اسماعیل دہلوی صفحہ ۱۶۹
اسلامی اکادمی' اردو بازار' لاہور)

حضور اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لکھا گیا وہ بے اختیار ہیں۔

اصل عبارت---

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔"

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان' مصنفہ اسماعیل دہلوی صفحہ ۴۳
میر محمد کتب خانہ' مرکز علم وادب آرام باغ' کراچی)

یہ وہ عبارات ہیں' جن کی بنیاد پر دیوبند کے اکابر اشرف علی تھانوی' قاسم نانوتوی' رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو عالم اسلام کے اکابر علماء نے کافر قرار دیا۔ ملاحظہ ہو حسام الحرمین از اعلی حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ اور الصارم الہندیہ از علامہ حشمت علی خان رحمتہ اللہ علیہ۔

اصل اختلاف-----

اہلسنت و جماعت و فرقہ وہابیہ نجدیہ کا اصل اختلاف یہ نہیں ہے کہ اہلسنت و جماعت کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں اور وہابیہ اس کے منکر ہیں۔ اہلسنت و جماعت نذر و نیاز کے قائل ہیں اور وہابیہ نجدیہ اس کو نہیں مانتے' اہلسنت و جماعت مزارات پر حاضری دینا اور ان بزرگان دین کے توسل سے دعائیں مانگنا باعث اجر و ثواب سمجھتے ہیں جب کہ وہابیہ' دیوبندیہ اس کار خیر سے محروم ہیں بلکہ اصل اختلاف جس نے امت کو دو دھڑوں میں بانٹ دیا' وہ اکابر دیوبند کی وہ کفریہ عبارات ہیں کہ جن مین کھلم کھلا نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

اختلاف کا حل-----

اگر آج بھی وہابیہ دیوبندیہ اپنے ان اکابر کی کفریہ عبارات سے توبہ کر کے ان تمام کفر آمیز و کفر خیز کتب سے بیزاری کا اظہار کر کے انہیں دریا برد کر دیں تو اہلسنت کا اعلان ہے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔